Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ **الفضل** ربوہ
فون: ۴۴۹
(ایڈیٹر): نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۴/۳۹ | جمعرات ۱۶ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ، ۲۰ وفا ۱۳۶۸ ہش، ۲۰ جولائی ۱۹۸۹ء | نمبر ۱۶۴

خبرِ رحمت

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ خیریت سے ہیں اور احمدیہ صد سالہ جشن تشکر کے سلسلہ میں دنیا کے اہم ممالک کا دورہ فرما رہے ہیں اور ان جلسوں میں بنفسِ نفیس شریک ہو کر ان کی رونق اور برکت کو دوبالا کر رہے ہیں۔
مدیر الفضل کے نام ایک حالیہ خط میں حضور نے تمام احباب کو سلام کا تحفہ بھجوایا ہے۔ احباب کرام باقاعدگی کیساتھ اپنے پیارے امام کیلئے دعا کرتے رہیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ کا دورہ مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور فرانس ـ ۲

جلسہ سالانہ مغربی جرمنی میں ۱۹ ممالک کے ۹ ہزار مرد و زن کی شمولیت

صد سالہ جشنِ تشکر کے سلسلہ میں کھیلوں کے پروگرام میں حضور ایدہ اللہ کی شرکت

سپورٹس سنٹر کے انچارج نے حضور کی خدمت میں سنٹر کی شیلڈ اور حضور نے انہیں احمدیہ صد سالہ جشنِ تشکر کی شیلڈ پیش کی

مجلسِ عرفان یہ مجلسِ عرفان شام ۸ بجکر ۵۶ منٹ پر شروع ہوئی اس کے دوران احباب نے درج ذیل اہم سوالات دریافت کئے۔

انشورنس کے بارہ میں اسلامی نقطۂ نگاہ کیا ہے؟ گھر میں نماز باجماعت پڑھنے کے بارہ میں کیا حکم ہے۔ کیا عورت امامت کرا سکتی ہے؟ اصحاب کہف اور جماعت احمدیہ کا آپس میں کیا ربط اور تعلق ہے؟ روح القدس سے کیا مراد ہے؟ اسلام میں چار بیویوں کی اجازت کیوں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چار سے زائد بیویوں کی اجازت کیوں دی گئی؟ حضرت بانی سلسلہ کا نام مہدی کیوں رکھا گیا ہے؟ اسلام میں مرد کو عورت اور بچوں کے اخراجات کا ذمہ دار کیوں ٹھہرایا گیا ہے؟ قیامت سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے زندگی ختم ہو جائے گی؟ امیر خدا کو بھی نہ مانیں اور عیاشی بھی کریں جبکہ غریب خدا کو بھی مانیں اور مصیبتوں میں بھی پڑے رہیں آخر اس کی کیا حکمت ہے؟ وہ کون سے دو عضو ہیں جنکو بچانے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ جنت میں جائے گا؟

حضور انور نے ان تمام سوالات کے مختصر مگر جامع جوابات ارشاد فرمائے اور بعض سوالوں کے بارے میں مزید علم کے لئے مناسب راہنمائی بھی فرمائی۔ ایک گھنٹہ کے لگ بھگ وقت تک یہ مجلسِ علم و عرفان جاری رہی۔ اس کے بعد حضورِ انور نے مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھائیں۔

جلسہ سالانہ کا آخری دن ۱۴ مئی کو جلسہ سالانہ مغربی جرمنی کا آخری روز تھا اس دن صبح ۹ بجکر ۴۰ منٹ سے لیکر تقریباً ایک بجے تک ملاقاتیں ہوئیں جن کے دوران ۳۲ فیملیز اور ۹ گروپوں میں خدام نے حضورِ انور کے ساتھ ملاقات کی سعادت پائی۔ نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد اختتامی خطاب کیلئے حضور ایدہ اللہ جب ناصر باغ تشریف لائے تو فضا نعروں سے گونج اٹھی اور شمع کے گرد اکٹھے ہونے والے پروانوں نے دل کی گہرائیوں سے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور حضور انور کو خوش آمدید کہا۔ اس سے قبل افتتاحی خطاب کے وقت بھی ایسا ہی سماں تھا۔ ربوہ کے جلسہ کی یاد بھی بہت سے دلوں کو تڑپا رہی تھی۔ عاشقانہ نعروں کی گونج اور احباب کرام کا جوش و خروش اور ولولے سب ربوہ کی یاد کو تازہ کر رہے تھے۔

اس اجلاس کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم حفیظ الرحمان صاحب انور نے کی اور پھر ساتھ ہی ان آیات کا اردو ترجمہ بھی پیش کیا۔ اس کے بعد دو نظمیں پیش کی گئیں۔ پہلے مکرم حامد محمود ذیشان صاحب نے حضرت بانی سلسلہ کا منظوم کلام

"دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا"

خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا۔ پھر مکرم محمد رفیق ثاقب صاحب نے مکرم محمد شریف خالد صاحب نائب امیر جرمنی اور افسر جلسہ کی تازہ نظم بابت جشنِ تشکر بڑی عمدگی اور ترنم کے ساتھ پڑھ کر سنائی جس سے احباب بے حد محظوظ ہوئے۔ بعد ازاں جماعت جرمنی کی طرف سے صد سالہ جشنِ تشکر کے علامتی نشان والی خوبصورت پلیٹ حضور انور کی خدمت میں مکرم امیر صاحب اور مکرم نائب امیر صاحب نے پیش کی۔ بعدہٗ مکرم عبدالسمیع صاحب عارف اور ان کے چار بڑے بچوں اور ۲½ تین سالہ چھوٹی بچی نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا قادیان کے منارہ کا نہایت خوبصورت ماڈل حضور کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ حضور ایدہ اللہ نے ان بچوں کو پیار کیا اور بشکریہ اس تحفہ کو قبول کیا۔ ان نایاب لمحات میں احباب جماعت سارا وقت نعرے بلند کرتے رہے۔ خوشی کے آنسو بھی آنکھوں سے چھلک رہے تھے اور فضا تھی کہ نعروں سے گونجتی چلی جا رہی تھی۔ آخر حضور انور نے قادیان کے منارہ کی شبیہ والے ڈائس میں کھڑے ہو کر اختتامی خطاب کا آغاز فرمایا۔ (اختتامی خطاب کا خلاصہ

(باقی صفحہ ۶ پر)

• مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن) کی والدہ محترمہ زینب بی بی صاحبہ زوجہ چوہدری شیر محمد صاحب ایک سال کی علالت کے بعد مورخہ ۷ جولائی ۱۹۸۹ء کو لاہور میں وفات پا گئیں۔ جہاں وہ اپنے چھوٹے فرزند میجر بشیر احمد صاحب کے ہاں مقیم تھیں اسی شب ان کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔ اگلی صبح نماز فجر کے بعد مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین صاحب نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں بوجہ موصیہ ہونے کے بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ موصوفہ کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ عطا کرے اور بلند درجات سے نوازے۔

نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ کا شاندار نتیجہ

خدا کے فضل سے نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ کا میٹرک کا نتیجہ ۱۰۰٪ رہا۔ میٹرک کے امتحان میں شامل ہونیوالی یہ ہماری پہلی کلاس تھی۔

اکیڈمی کی طرف سے کل ۴۰ طلباء اس امتحان میں شریک ہوئے۔ جن میں سے ۲۰ فرسٹ ڈویژن میں ۔ ۷ کا رزلٹ لیٹ ہے۔ امید ہے کہ یہ ۷ طلباء بھی انشاء اللہ فرسٹ ڈویژن میں پاس ہو جائیں گے۔ ۱۱ طلباء ہائی سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔ اور دو تھرڈ ڈویژن میں۔ کوئی طالب علم فیل نہیں ہوا۔

عزیزم قاسم الاسلام ۷۵۳ نمبر حاصل کر کے فرسٹ رہے۔ جبکہ عزیزم عبدالرشید ۷۲۴ نمبر لے کر دوئم اور عزیزم کامران آفتاب ۷۰۸ نمبر لے کر سوئم آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے ہماری مساعی کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے ہمارے لئے مسرت کے سامان پیدا فرمائے۔ دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی اس سے بڑھ چڑھ کر ہماری اکیڈمی کے طلباء کو شاندار کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔

(چیئرمین ناصر فاؤنڈیشن ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: مسعود احمد، پرنٹر: قاضی منیر احمد، مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی ربوہ - قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۰ وفا ہش ۱۳۶۸ — ۲۰ جولائی ۱۹۸۹ء

پاکستان جل رہا ہے

پاکستان کا ہر شہری اتنا ہی معزز و محترم ہے جتنا کہ کوئی اور۔ اس میں کسی تخصیص کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ایک کی جان کی حفاظت لازمی ہے اور حکومت کے فرائض میں داخل ہے تو دوسرے کی جان کی حفاظت بھی اسی طرح۔ نہ بیش نہ کم۔ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگر ایک کے گھر کو آگ لگانا اور اس کا مال و اسباب لوٹنا اور اہلِ خانہ کو مارنا پیٹنا غنڈہ گردی ہے تو ہر دوسرے شخص کے گھر کو آگ لگانا۔ اس کا مال و اسباب لوٹنا اور اس کے گھر کے افراد کو زد و کوب کرنا بھی ایسی ہی غنڈہ گردی ہے۔ اور ملک افراد کی حفاظت سے بنتے ہیں اور قائم رہتے ہیں۔ افراد نہ رہیں تو معاشرہ کہاں سے آئے گا۔ اور معاشرہ نہیں ہوگا تو ملک کیسے کہا جا سکے گا۔

افراد کا آپس میں لڑنا جھگڑنا بھی ملک کے مفاد میں نہیں اور حکومت کا ایسے جھگڑوں سے چشم پوشی کرنا بھی ملکی مفاد میں نہیں۔ اور کسی ایک کا ساتھ دے کر دوسرے کے جان و مال کو نقصان پہنچانا تو دنیا بھر میں کسی حکومت کو بھی نقصان کے سوا اور کچھ نہیں دے سکتا۔

پاکستان میں کیا ہو رہا ہے۔ کچھ لوگ جو امن پسند ہیں، جو دن رات پاکستان اور پاکستانیوں کے لئے دعا گو ہیں۔ جنہوں نے پاکستان کے بنانے میں ایک اہم کردار ادا کیا تھا اب ان کے گھروں کو آگ لگائی جا رہی ہے۔ ان کی جانوں کو تلف کیا جا رہا ہے۔ ان کے مال و اسباب کو لوٹا جا رہا ہے۔ یہ بات یہاں بھی ہو رہی ہے اور وہاں بھی ہو رہی ہے۔ اور ستم ظریفی یہ ہے کہ جو لوگ جان و مال کی حفاظت کا عہد کر کے اپنا پیٹ پال رہے ہیں ان کی نظروں کے سامنے یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ بعض جگہوں پر ان کی شہ پر یہ ہوتا ہے۔

یہ صرف گھر نہیں جلائے جا رہے۔ یہ پاکستان کو آگ لگائی جا رہی ہے اور دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان جل رہا ہے۔ ہندوؤں کے مندر جلائے اور گرائے گئے۔ عیسائیوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ احمدیوں کی جانیں تلف کی گئیں۔ گھر جلائے گئے۔ سامان لوٹا گیا۔ اگر یہ پاکستان نہیں تو اور پاکستان کیا ہے۔ اور یہی پاکستان جل رہا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم و ادراک عطا کرے اور جلتے پاکستان کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی توفیق دے۔

اے خدائے بزرگ و برتر دیکھ
مَیں ہوں سارے جہاں سے کمتر دیکھ
دیکھ شفقت سے غیر کو لیکن
مجھ کو دیکھ اور سب سے بڑھ کر دیکھ

ابوالاقبال

سوچئے!

کون تھا صاحبِ قرآں کچھ تو خدارا سوچئے
کس طرف شمس و قمر کا تھا اشارہ سوچئے

اے خردمندو اگر ربّ جہاں کوئی نہیں
کون ہو گا بے سہاروں کا سہارا سوچئے

آپ ہم کو بھول بیٹھے ہیں دیارِ غیر میں
حال کیسا ہے جدائی میں ہمارا سوچئے

اِک زمانہ ہو گیا ہے آپ سے بچھڑے ہوئے
یہ زمانہ کس طرح ہم نے گزارا سوچئے

دیکھتے ہیں آپ کے دیوار و دَر حسرت سے ہم
کیا تسلّی پائے دل فرقت کا مارا سوچئے

ایک پیری دوسرے زادِ سفر کافی نہیں
کتنا بے بس ہے غلامِ ہیچ کارہ سوچئے

کون گزرا کہکشاں سے کون پہنچا تا بہ عرش
کس کے نقشِ پا بنے ماہ و ستارہ سوچئے

کوئی ہستی ہے کہ اُسکا پیرہن خوشبو کا ہے
کون ہے بزمِ جہاں میں بزم آرا سوچئے

کس نے ٹانکے ہیں نگینے رات کے ملبوس میں
کس نے بخشا صبح کو حُسنِ نظارہ سوچئے

کس نے شبنم کا گہر برگِ سمن پر رکھ دیا
کس نے پھولوں سے بھرا گلزار سارا سوچئے

کس کی صنّاعی ہے مہر و مہ سپہرِ نیلگوں
کس کی نقّاشی ہے گلشن کا نظارہ سوچئے

کس کے فن کا مظہرِ رنگین و دل آویز ہیں
یہ بُتانِ مہ جبین و ماہ پارہ سوچئے

آہ وہ کشتی کہ جس کا ناخدا کوئی نہیں
کیا میسر آئے گا اس کو کنارہ سوچئے

جام و مینا کی جھلک تھی یا جمالِ سیم و زر؟
کس طرح واعظ کو شیشے میں اتارا سوچئے

زندگی تھی رہگزارِ شوق میں گرمِ سفر
موت کے مینار سے کس نے پکارا سوچئے

(سعید احمد اعجازؔ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت میر محمد اسحاق صاحب

حضرت امام جماعت احمدیہ کا ایک عظیم کارنامہ

دینی تعلیم کی ترویج کیلئے جدّوجہد

نوٹ ۔ مندرجہ ذیل ایڈریس حضرت امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے جامعہ احمدیہ قادیان کے ہوسٹل کے افتتاح کے موقع پر پیش کیا تھا۔
(ادارہ مجلۃ الجامعہ)

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کے رسول پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے بعد میں حضور کی خدمتِ بابرکت میں بڑے ادب سے اپنی اور جامعہ احمدیہ کے اساتذہ وطلبہ کی طرف سے شکریہ پیش کرتا ہوں کہ حضور نے جامعہ احمدیہ کے دارالاقامۃ کے افتتاح کے لئے تشریف لاکر ہم سب کو معزز و مکرم فرمایا ہے۔ اور ہم سب حضور کی اس توجہ پر بے حد ممنون و شکر گزار ہیں۔ اس کے بعد قبل اس کے کہ میں حضور کی خدمت میں عرض کروں کہ حضور اپنے دستِ مبارک سے اس دارالاقامۃ کا افتتاح فرمادیں۔ میرے لئے ضروری ہے کہ میں اختصار کے طور پر اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور کی ان توجہات کریمہ کا بیان کروں جن کا تعلق جامعہ احمدیہ کی درس گاہ سے ہے حضور کو بخوبی علم ہے۔ اور اکثر احباب جانتے ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی عمر کے آخری سالوں میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ـــ اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب ـــ کی وفات پر یہ محسوس کر کے کہ ہماری جماعت میں عربی کے تحصیل یافتہ علماء کی کمی ہو رہی ہے نہایت اندیشہ ناک توجہ اور تمام جماعت سے مشورہ کے بعد عربی کے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی تھی جو حضور ـــ کی زندگی میں نہایت ابتدائی حالت میں رہا۔ اس کے تین سال بعد حضور ـــ کا وصال ہو گیا اور حضور اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت کی باگ ڈور قدرتِ ثانیہ کے مظہر اوّل حضرت حکیم نورالدین صاحب کے سپرد ہوئی لیکن باوجود اس کے کہ انہوں نے اپنی بیعت سے قبل یہ اعلان کر دیا تھا کہ عربی مدرسہ کا تم کو خصوصیت سے انتظام کرنا ہوگا۔ اس مدرسہ کی حالت میں کوئی معتدبہ ترقی نہیں ہوئی۔ کیونکہ سلسلہ کے انتظامی کام جن لوگوں کے ہاتھوں میں تھے وہ دلی شغف سے اس مدرسہ کے حامی نہ تھے۔ اس لئے قدرتِ ثانیہ کے دور اوّل کے پہلے سال ہی ان کی طرف سے یہ معاملہ معرضِ بحث میں لایا گیا کہ قومی فنڈز اس مدرسہ کے اخراجات کے متحمل نہیں اس لئے اسے بند کر دیا جائے

حضور عالی! اس بحث میں صدر انجمن کے قریباً سب ممبر اور حاضرین میں اکثر اسی طرف مائل تھے۔ کہ یہ مدرسہ بند کر دیا جائے۔ لیکن اس وقت خدا تعالیٰ کی قدرتِ خاص نے اپنا جلوہ دکھایا اور حضور باوجود نا عمری اور مجلس میں تقریر کی عادت کے نہ ہونے اور باوجود اس کے کہ مقابل میں بڑے بڑے لسان اور ظاہری علوم کے ڈگری یافتہ تھے۔ اس سپاہی کی طرح اس مدرسہ کو زندہ رکھنے کیلئے جنگ آزما ہوئے جو یہ دیکھتا ہوا کہ میدان جنگ میں میرا کوئی ساتھی نہیں اپنے تمام تیر ایک ایک کر کے دشمن پر حملہ کرنے میں خرچ کر دیتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ اس نہتّے کو اس کے دشمنوں پر غالب کر دیتا ہے یہی نقشہ حضور کے ساتھ اس بحث میں ہوا۔ اور حضور نے اپنی پوری قوت اور خدا کی نصرت اور مدد سے اس مدرسہ کو بند ہونے سے بچا لیا۔ اور اس طرح وہ درسگاہ جو حضور کے بزرگ باپ اور مقدس پیشوا کی آخری خواہش تھی۔ دنیا میں قائم رہ گئی۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس مدرسہ کا انتظام حضور کے سپرد کیا گیا اور حضور نے صدر انجمن احمدیہ میں پورے زور سے ایک جنگ جاری رکھی جس کا مطلب یہ تھا کہ انجمن اپنی توجہ اس مدرسہ کی طرف اسیطرح منعطف رکھے۔ جس طرح وہ انگریزی مدرسہ کی طرف رکھتی ہے۔ حضور نے اپنے زمانہ افسری میں ہندوستان کے تمام مشہور عربی درسگاہوں کا اس مدرسہ کے اساتذہ کو لے کر اس لئے دورہ کیا کہ تمام مدارس میں علوم عربیہ کی ترقی کیلئے جو بھی مفید بات نظر آئے وہ اس مدرسہ میں جاری کی جاوے۔ اس کے علاوہ حضور نے سید زین العابدین ولی اللہ شاہ کو اس مدرسہ کی بہتری اور ترقی کیلئے بلاد عربیہ میں علوم عربیہ کی تکمیل کے لئے بھجوایا اور افسری کے فرائض انجام دینے کے علاوہ حضور خود اپنے ذاتی شوق سے مختلف جماعتوں میں مختلف کتابیں پڑھاتے رہے ہیں۔ اور ہفتہ وار تقریروں کے جلسوں میں شریک ہو کر طلبہ میں تقریر کرنے کی مشق کرواتے رہے ہیں۔

پھر جب قدرتِ ثانیہ کے مظہر اوّل کی وفات کا سانحہ ہوا اور حضور کو خدا تعالیٰ نے مسند امامت پر متمکن فرمایا۔ اور اس درسگاہ کے براہ راست انتظام سے حضور سبکدوش ہوئے تو اپنی توجہ کریمانہ سے ہمیشہ اس مدرسہ کی خیرخواہی اور بہبودی حضور کو مدنظر رہی چنانچہ حضور ہی کے دور امامت میں صدر انجمن احمدیہ نے اس مدرسہ کے اساتذہ کے گریڈوں کی طرف اس نقطہ نظر سے توجہ فرمائی کہ عربی کے تحصیل یافتہ اپنی معاش میں کم سے کم اتنے فارغ البال ضرور ہوں کہ وہ اپنے فرائض کو بغیر تشویش کے بجالاسکیں۔ چنانچہ ۱۹۲۱ء کے بجٹ میں اس امر کی طرف خاص توجہ کی گئی۔ اس کے علاوہ حضور ہی کی تجویز اور توجہ کا نتیجہ ہے۔ کہ مدرسہ احمدیہ سے کالج اور مربیان کی جماعتوں کو الگ الگ انتظام کے ماتحت کیا گیا۔ اور حضور نے انجمن کو اس تغیر کے اس نقطہ نظر سے احکام صادر فرمائے۔ کہ جب تک کالج کے طلبہ چھوٹے بچوں میں مل کر رہیں گے اور اپنے آپ کو ان سے الگ اور ذمہ دار خیال نہ کریں گے۔ اس وقت تک ان کے دماغ پختہ نہ ہوں گے۔ اور ذمہ داری کا احساس جیسا کہ کالج کے طلبہ میں ہونا چاہیئے وہ پیدا نہ ہوگا۔ اور حضور ہی کی اسی توجہ کا نتیجہ ہے کہ اس درس گاہ کے طلبہ فارغ التحصیل ہو کر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اہم سے اہم کام میں لگائے جانے پر خدا کے فضل سے اس کے اہل ثابت ہوئے ہیں۔

حضور عالی! گو جامعہ احمدیہ کے طلبہ کی تعلیم کا انتظام چھوٹی جماعتوں سے علیحدہ ہو گیا تھا مگر رہائش کیلئے کوئی علیحدہ انتظام نہ ہو سکا تھا۔ اور طلبہ کو اس سے تکلیف کا سامنا تھا۔ نیز کما حقہ، ان کی نگرانی نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن خدا کے فضل سے آج ہم اس مشکل سے نکل رہے ہیں اور اسی تقریب کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں۔ کہ جامعہ احمدیہ کے دارالاقامۃ کے افتتاح کے موقع پر حضور کے ساتھ دعا میں شامل ہوں۔ پس یہ ہیں مختصر سے حالات حضور کی ان توجہات کے جو اس درسگاہ کی طرف حضور نے وقتاً فوقتاً مبذول فرمائی ہیں۔ ان کے پیش کرنے کے بعد ہماری حضور سے یہ درخواست ہے کہ حضور آئندہ بھی اپنی عنایات کریمانہ سے ہمیں سرفراز فرماتے رہیں ـــ حضور کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ حضور ہمیں اپنے نصائح اور ہدایات سے مستفید فرما کر اس (دارالاقامۃ) کے بابرکت ہونے اور ترقی کرنے کی دعا فرما کر اس کا افتتاح فرمادیں۔

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

اشک ندامت

رات کی تنہائی میں اپنے خدا کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کرنا۔ اور اشک ندامت بہانا۔ یہ بھی کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ لیکن کسی انسان کے سامنے یا بہت سے انسانوں کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا۔ ندامت محسوس کرنا اور اشک ندامت بہانا بہت ہی مشکل ہے۔ خدا تعالیٰ کسی کو ایسے وقت سے ہمکنار نہ کرے۔ ایسے وقتوں سے بچنے کیلئے بہت محتاط رہنا ضروری ہے۔ زندگی میں کبھی کبھی ایسے موقعے آہی جاتے ہیں۔ میں نے بھی چند اشک ندامت جمع کئے ہیں. انہیں ہر طرح ہر چند سنبھالنے کی کوشش کی۔ مگر یہ کسی طرح سنبھالے نہ گئے۔ سوچا سب کو دکھا دوں پھر یہ اپنی قیمت پا جائیں گے۔ سنبھالنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔

کسی کا گھر ہے۔ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ باہر کا گیٹ۔ اس سے پہلے دو تین بار گھنٹی بھی بجی۔ گھنٹی بجانے والے اور دروازہ کھٹکھٹانے والے کو اندر سے آوازیں آرہی ہیں "کوئی باہر دیکھو۔ کون ہے" پھر وقفہ۔ پھر گھنٹی بجانے کی آواز۔ پھر اندر سے آواز "کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے" "کوئی دروازے پر جائے"۔ دروازہ کھٹکھٹانے والے کو کمزوری بیماری اور گرمی نے مغلوب کر دیا وہ واپس چلا آیا۔ اُس نے آکر مجھے بتایا۔ بتانے والا بھی مکرم تھا۔ اور جس کے گھر گیا تھا وہ بھی محترم تھا۔ میں کیا کرتی۔ خاموش رہی۔ دوسرے دن پھر وہ مکرم انسان اُس محترم انسان کے گھر گیا۔ اُس روز دروازہ کھول دیا گیا۔ لیکن جس شخص کو ملنا مقصود تھا۔ وہ بیماری کے باعث گولی کھا کر سو رہا تھا اس لئے اُن سے ملاقات نہ ہو سکی وہ واپس چلا آیا اُس نے مجھے بتایا۔ میں نے اپنی طرف سے معذرت کی کہ ہاں وہ بھی بیمار ہیں واقعی ایسا ہوا ہوگا. اُسی رات اُس گھر سے ایک بچہ بیمار ہو گیا۔ نرس نے مجھے بتلایا کہ وہ آئے ہیں بچہ بیمار ہے۔ مجھے بچے کو دیکھنے جانے میں کچھ مجبوراً دیر ہو گئی اور کچھ سچ سچ کہوں کہ میرے دل نے مجھے بہکایا۔ کہ انہوں نے بھی تو دو دفعہ میرے قابل تکریم عزیز کو ناکام واپس کیا تھا۔ میں دیر کر دوں تو کیا بات ہے ؟؟ چند منٹ بعد ضمیر نے ٹھوکا دیا "بہت بری بات ہے انتہائی گھٹیا پن ہے شکر ہے۔ ضمیر کی آواز کو میرے کانوں نے سٹیتھوسکوپ کی آواز سمجھ کر قبول کیا۔ میں بھاگتی ہوئی بچے

باقی صفحہ ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایئر مارشل ظفر احمد چوہدری

عظیم خان برادران

مَیں نے پہلے پہل سکواش ۱۹۴۵ء میں ایئر فورس کے آفیسرز میس پشاور میں کھیلنا شروع کی۔ پہلی گیم میں میرا ساتھی میس کا ٹینس اور سکواش کا ایک مارکر تھا۔ وہ مارکر، منحنی سا گول مٹول آدمی تھا، جس کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ کھلی رہتی تھی۔ اس وجہ سے تمام کھلاڑی اس کو پسند کرتے تھے۔ اس کے طور طریقے سادہ اور فطری تھے۔ مستزاد یہ کہ وہ نہایت خوش اخلاق اور انتہائی مستعد تھا۔ میرا سکواش کا شوق اس کا ودیّت کردہ ہے۔ اے کاش وہ اپنی مہارت بھی مجھے دے سکتا! یہ شخص، ہاشم خان تھا، جس کی نادر صلاحیتیں پردۂ گمنامی سے نکل کر ابھی شہرت کی بلندیوں تک نہیں پہنچی تھیں۔

اتفاق سے ۱۹۵۰ء میں بھی مَیں سکواش کے چند اور پرستاروں کے ساتھ پشاور میں متعیّن تھا۔ ہمارا مارکر ہاشم، پینتیس سال کا ہوگیا تھا۔ اس کے سَر کے بال جھڑ رہے تھے، اور لگتا تھا کھیل میں اس کی مہارت کے دن گذر گئے ہیں اور بس کچھ ہی عرصہ میں وہ یہ پیشہ چھوڑ کر کسی پرسکون کام میں جُت جائے گا۔

ایک دن کھیل کے دوران اس نے سرسری طور پر ذکر کیا کہ اس کے کسی عزیز نے جو بمبئی میں رہتا ہے انگلستان میں برٹش اوپن سکواش ٹورنامنٹ میں رنرز اپ کی پوزیشن حاصل کی ہے۔ برٹش اوپن سکواش کو ٹینس کا "ویمبلڈن" کہا جاتا تھا۔ ہاشم کے اس عزیز کا نام عبدالباری تھا اور وہ بمبئی میں سکواش کے کوچ کے طور پر کام کر رہا تھا۔ برٹش اوپن کے مقابلہ میں اس نے دنیا کے اس وقت کے چیمپئن مصر کے محمود الکریم کو بڑی آسانی سے ہرا دیا تھا۔ ہاشم نے جھجکتے جھجکتے کہا کہ عبدالباری کو تو مَیں پلک جھپکتے میں ہرا سکتا ہوں۔ اگر مجھے برٹش اوپن میں کھیلنے کا موقع ملے تو فائنل تک پہنچنا کوئی مشکل نہیں۔ ہاں یہ محمود الکریم تو بہت بڑا کھلاڑی ہے اسے ہرانا شاید اتنا آسان نہ ہو! یہ گفتگو ہاشم خان کے مزاج کے عین مطابق تھی، کیونکہ وہ بڑا صاف گو اور کھرا آدمی تھا۔ مبالغہ کی اسے عادت نہیں تھی چہ جائیکہ وہ اپنی صلاحیتوں کے بارہ میں مبالغہ آرائی کرتا!

ہمیں ہاشم خان کی ان باتوں میں روشن مستقبل اور عظمت کی جھلکیاں نظر آئیں، تو ہم نے گروپ کیپٹن رضا کی قیادت میں چندہ اکٹھا کرنا شروع کر دیا تاکہ ہم ہاشم کو آئندہ ہونیوالے برٹش اوپن ٹورنامنٹ میں بھجوا سکیں۔ جب یہ خبر اس وقت کے سیکشن کمانڈر ایئر کموڈور کیلی تک پہنچی تو انہوں نے محسوس کیا کہ ہاشم کو برٹش اوپن میں بھیجنے سے پہلے یہاں آزمانا چاہیئے۔ چونکہ کیلی صاحب اپنے آپ کو سکواش کا ماہر سمجھتے تھے۔ اس لئے ایک روز وہ سکواش کورٹ میں تشریف لائے اور ہاشم کو کھیلتے دیکھا۔ گیم ختم ہونے کے بعد فرمانے لگے "اسے تو ریکٹ پکڑنا بھی نہیں آتا، یونہی کورٹ میں اچھلتا کودتا پھرتا ہے، ٹھیک ہے کہ گیند کو ہٹ ضرور لگا لیتا ہے مگر مَیں نے معیاری سکواش دیکھی ہے۔ یہ شخص تو ٹورنامنٹ کے پہلے راؤنڈ میں ہی رہ جائے گا۔ تم لوگ کیوں پیسے ضائع کرنا چاہتے ہو"— کیلی صاحب کی یہ بات تو ٹھیک تھی کہ ہاشم کو ریکٹ پکڑنا نہیں آتا تھا، اور وہ ریکٹ کو ذرا اونچا پکڑتے تھے، مگر یہ تو ان کی بچپن کی عادت تھی۔ کیونکہ ہاشم نے اس وقت سکواش کھیلنا شروع کیا تھا جب ان کی کم سنی کے مقابلہ میں ریکٹ بہت بھاری ہوتا تھا۔ اس جائز اعتراض کے علاوہ کیلی صاحب کے باقی اعتراضات پھسپھسے تھے! سیکشن کمانڈر صاحب کے ارشادات ہمارے ارادوں کو متزلزل نہ کر سکے اور ہم نے ہاشم کو اپنی تمام نیک خواہشات کے ساتھ برٹش اوپن میں شرکت کے لئے انگلستان بھیج دیا۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تاریخ کا حصّہ بن چکا ہے۔ ہاشم نے شروع سے آخر تک ایک گیم بھی نہیں ہاری بلکہ سیمی فائنل تک محض چند پوائنٹس ہی ضائع کئے۔ ہماری خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ آخر ہاشم کا مقابلہ اپنے قریبی عزیز باری کے ساتھ ہوا، جب ہمیں یہ خبر ملی کہ یہ مقابلہ آخر تک تقریبًا برابر برابر رہا اور صرف آخری گیم میں ہاشم نے باری کو ذرا سے فرق سے ہرایا تو ہمیں بڑی مایوسی ہوئی۔ کیونکہ اس سے تو یہ لگتا تھا کہ ہاشم چیمپئن کریم کو شاید نہیں ہرا سکے گا، کیونکہ کریم کئی موقعوں پر باری کو نہایت آسانی سے ہرا چکا تھا۔ ہاشم کے چھوٹے بھائی اعظم کو ہم سے اختلاف تھا۔ اعظم ہاشم کی عدم موجودگی میں مارکر کے طور پر کام کر رہا تھا۔ اعظم کا خیال تھا کہ میرے بھائی کے لئے باری کو ہرانا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اس نے صرف بھائی کو بھائی سمجھ کر اسے آسانی سے نہیں ہرایا۔ دیکھ لیجئے گا کہ ہاشم فائنل میچ میں کریم کو کس طرح ہراتا ہے۔ اعظم کی یہ بات حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ ہاشم نے عالمی چیمپئن محمود الکریم کو نو۔ پانچ، نو۔ صفر، نو۔ صفر سے ہرا دیا۔ پہلی گیم میں البتہ ہاشم کو کریم کی چستی اور مہارت کو سمجھنے میں ذرا دِقت ہوئی اسی لئے اس نے تین پوائنٹس ضائع کر دیئے لیکن اس کے بعد تو اللہ دے اور بندہ لے، ہاشم نے تینوں گیمز جیت کر اس عظیم کھلاڑی کو ہرا دیا جو اس میدان میں اپنا جواب آپ تھا!

ہاشم واپس آیا تو اس کا فقید المثال استقبال کیا گیا۔ وہ راتوں رات ہیرو بن گیا تھا۔ مگر میس میں پہنچتے ہی ہاشم کی وہی سادہ، پرخلوص اور بھولی بھالی شخصیت عود کر آئی۔ اس کے طور طریقوں سے ذرا بھی مترشح نہیں ہوتا تھا کہ اس میں کوئی اہم تبدیلی آگئی ہے۔ کریم کے بارہ میں اس نے کہا "وہ بڑا زبردست کھلاڑی ہے مجھ سے کہیں اچھا! مَیں تو صرف اس لئے جیت گیا ہوں کہ مَیں پاؤں کا ذرا تیز ہوں!" ہم نے سوچا کہ یہ ہاشم بھی کتنا بڑا انسان ہے جو کریم کی بڑائی کا اعتراف کر رہا ہے۔ حالانکہ کریم کو تو ہاشم نے کلی طور پر ہمیشہ کے لئے میدان سے ہٹا دیا تھا۔ اور کریم نے بھی کبھی اس کے بعد ہاشم کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کی۔

واپسی کے کچھ عرصہ بعد ہاشم نے کہا کہ اگر اعظم سگریٹ پینا ترک کر دے تو اگلے برس وہ دنیا کا نمبر دو کھلاڑی بن سکتا ہے۔ ہمیں یہ بات کوئی زیادہ ہی مبالغہ آمیز نظر آئی مگر ہاشم کا جادو سَر چڑھ کر بول چکا تھا۔ اس لئے ہم نے اس تجویز کو بھی عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کر لیا اور اعظم کو سنجیدگی سے پریکٹس کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ اگلے برس فائنل مقابلہ دونوں بھائیوں کے درمیان ہوا، ہاشم جیت گیا۔ مگر واضح طور پر نظر آ رہا تھا کہ چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کا لحاظ کیا ہے۔

ان عظیم خان برادران نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کو سکواش کے میدان میں ممتاز کر دیا ہے اور اُس وقت سے لے کر اب تک سکواش کے عالمی میدان میں پاکستان کو برتری حاصل ہے۔ ہاشم نے مسلسل سات بار عالمی چیمپئن شپ جیتی۔ اس کے بعد اعظم نے، پھر روشن خان نے، پھر روشن کے بیٹے جہانگیر خان نے اور جہانگیر خان تو اب بھی عالمی چیمپئن ہے۔ ہاشم نے جو مشعل روشن کی تھی اس کی روشنی اب بھی اسی طرح فروزاں ہے اور نوجوان پاکستانیوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

مَیں اکثر سوچتا ہوں کہ ہاشم کو جو موقع ۳۵ برس کی عمر میں نصیب ہوا، وہ موقع اسے بیس برس کی عمر میں ملتا تو عالمی سطح پر ہاشم کی برتری کتنے طویل عرصہ پر محیط ہوتی! اور یہ موقع بھی محض اس اتفاق کی وجہ سے میسّر آگیا کہ باری نامی ایک شخص برٹش اوپن کے سیمی فائنل تک پہنچا اور پاکستانی فضائیہ کے کچھ افسروں کے اندر ہاشم کی صلاحیتوں کو آزمانے کی آرزو بیدار ہوگئی۔ اتفاقات ہیں زمانے کے!

(یادوں کی پچی کاری ص۲۹ سے ص۳۲)

ترجمہ: ڈاکٹر پرویز پروازی

جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے انٹرویو!

اس سال جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے واقفین زندگی طلباء کا انٹرویو ۲۷۔ اگست ۱۹۸۹ء کو بروز اتوار ۸ بجے صبح وکالت دیوان تحریک جدید میں ہوگا

(وکیل الدیوان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نون۔ سین

برمی طلباء کا احتجاج

کہتے ہیں "تخت یا تختہ" یعنی جیت گئے تو سب کچھ مل جائے گا اور ہار گئے تو کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ لیکن وقت سے پہلے یہ کہنا مشکل ہوتا ہے کہ کن حالات میں کن نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جنرل ڈیگال کتنے بڑے اور مضبوط صدر تھے۔ طلباء نے احتجاج کیا لوگ ان کے ساتھ مل گئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ جنرل ڈیگال کو اپنا تخت چھوڑنا پڑا۔ تخت سے مراد آجکل تختِ طاؤس جیسی چیزیں تو نہیں لیکن صدارت ضرور ہے۔ حال ہی میں چین میں طلباء نے مظاہرے کئے اور ان کی ہمدردی میں دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ پہلے تو فوج نے کہا کہ ہم اور آپ تو ایک ہی ہیں ہم آپ کے خلاف ایکشن نہیں لیں گے۔ ممکن ہے یہ بات خلوص ہی سے کہی گئی ہو۔ لیکن اب ایسا لگتا ہے کہ یہ بات ان کی درجہ بدرجہ پالیسی کا ایک حصہ تھا۔ کیونکہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ فوج نے اس احتجاج کو برداشت نہ کرتے ہوئے بے شمار لوگوں کی جانیں لے لیں۔ فائرنگ میں آخر ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ کسی نہ کسی کو گولی لگے گی۔ وہ زخمی ہوگا اور ہو سکتا ہے جاں بحق بھی ہو جائے۔ جب فوج نے خاص حد تک احتجاجوں اور مظاہروں پر قابو پا لیا تو انہوں نے شنگھائی اور بیجنگ کے مظاہرین میں سے سرکردہ افراد کو پھانسی دینی شروع کردی اور اس طرح کافی لوگ تختہ دار پر چڑھا دیئے گئے۔ بیرونی ممالک نے احتجاج تو کیا بلکہ سوپر پاورز میں سے ایک امریکہ نے بھی خاصا احتجاج کیا۔ اور پابندیاں لگانے کی بھی دھمکی دی لیکن چین نے یہ کہہ کر کہ یہ ہمارا اندرونی معاملہ ہے، کسی کو اس میں مداخلت کی اجازت نہ دی۔ گویا کہ چینی طلباء تخت حاصل کرنے کی بجائے تختہ دار پر چڑھ گئے۔ گذشتہ سال برما میں بھی کچھ ایسے ہی حالات پیش آئے تھے۔ ستمبر کے مہینے میں برما کی سرحدوں پر اکٹھے ہو جانے والے اور جمہوریت کا مطالبہ کرنے والے طلباء کو فوج نے دھر لیا۔ وہ تھائی کی سرحد کے پاس نکل گئے تھے ان کی تعداد ہزاروں میں گنی جا سکتی تھی لیکن تخت ان کے بھی ہاتھ نہ آیا ان کا نصیب بھی تختہ ہی بنا۔ شہروں سے نکل کر جنگل میں چلے جانا ویسے ہی زندگی میں آسمان سے گر کر کھجور پہ اٹکنے والی بات ہے۔ یا شاید کچھ اس سے بھی زیادہ۔ ہزاروں کی تعداد ملیریا کا شکار ہو گئی۔ اور ملیریا کا شکار صرف ان معنوں میں نہیں کہ سردی لگی بخار چڑھا۔ کچھ دن بخار رہا اور پھر ٹھیک ہو گئے۔ بلکہ ان معنوں میں کہ وہ راہی ملکِ عدم ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ گزشتہ سال اگست اور ستمبر کے مہینوں میں وہی کچھ ہوا جو اس سال مارچ اور مئی کے مہینوں میں چین میں ہوا۔ طلباء نے مظاہروں کی رہنمائی کی۔ مطالبہ یہ کیا کہ ہمیں زیادہ جمہوریت پسند حکومت چاہیئے۔ لیکن فوج نے گولی چلادی اور گولی بھی ایسی کہ جو سامنے آیا۔ اور آنے والے نہتے تھے، وہ گولی کا نشانہ بن گیا۔ مغربی سفارت کار جو ایسے حالات پر خاصی نگاہ رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ اس وقت فوج کے ہاتھوں ۳۰۰۰ برمی مارے گئے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ چینی طلباء کو تو مغربی ممالک کی حکومتوں نے پناہ دینے کی پیشکش کی لیکن جب برما کے طلباء نے اس سلسلہ میں بات کی تو انہیں یہ جواب دیا گیا کہ وہ پہلے اپنے ملک کے دارالخلافہ میں جائیں یعنی رنگون وہاں پاسپورٹ حاصل کریں۔ ویزے کیلئے درخواست دیں اور پھر فیصلہ کیا جائیگا کہ انکے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ برما کے طالب علم حیران ہیں کہ یہ جواب انہیں کیوں دیا گیا۔

اب حالت یہ ہے کہ مغربی ممالک کی طلباء کے لئے امداد ایک زوردار تقریر سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ جو طلباء جنگلوں میں نکل گئے ہیں ان کی حالت کمزور پڑ گئی ہے۔ اور ان طلباء کے باقی لوگوں سے اختلاف پیدا ہو گئے ہیں نہ ان کے پاس کافی خوراک ہے اور نہ کہیں سے ہتھیار ملتے ہیں اور اس وجہ سے ان کی تحریک اب ٹھنڈی پڑ گئی ہے جس طرح اس میں سے جان تک نکال لی گئی ہو۔

برما کی فوج جب حملے کرتی ہے تو طلباء کے لئے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا ان کے پاس پاسپورٹ بھی نہیں ہے اسلئے وہ کسی اور ملک بھی نہیں جا سکتے اور جو واپس اپنے گھروں میں آجاتے ہیں انہیں گرفتار کر لیا جاتا ہے اور قید خانہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ان میں بہت سے لوگ جو تھائی کے شہروں میں چلے گئے انہیں گرفتار کرکے ملک سے باہر بھیج دیا گیا اور مغربی ممالک نے ان میں سے کسی کو اپنے ہاں سیاسی پناہ نہیں دی۔ کہتے ہیں کہ طلباء کے لئے یہ بہت نازک صورت حال ہے۔ ان کا سرحدوں پر رہنا بھی کوئی آسان کام نہیں۔ ان کی مشکلات کا اندازہ جو کوتھانٹ منٹ یو (KOTHANT MYINT U) نے لگایا ہے۔ اس کے مطابق بھی صورت حال نازک بتائی جاتی ہے۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ "ایمرجنسی ریلیف برما" کے ذریعے انکی مدد کی جائے۔ کہتے ہیں کہ شروع میں تو امریکہ نے ان طلباء کی طرفداری ہی کی تھی لیکن بعد میں انہیں کوئی امداد نہیں پہنچائی گئی۔ ڈیولا (KOTHANT MYINT) کو تھانٹ منٹ یو۔ تھانٹ جو کسی زمانے میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل تھے کے پوتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ برما سے سرحد کے علاقے میں ۷۵۰۰ برمی اس جنگ کو جاری رکھنے کے لئے آئے تھے لیکن اب ۲۰۰۰ سے بھی کم رہ گئے ہیں ان میں سے ۸۰ فیصدی ملیریا کا شکار ہو گئے کئی ایک تو کئی کئی دفعہ ملیریا کا شکار ہوئے۔ اور کچھ ان میں سے جاں بحق بھی ہو گئے ہیں۔ غذا انہیں نہیں ملتی۔ پیٹ کی بیماریاں انکو لاحق ہو گئی ہیں اور کسی اور قسم کی امداد بھی انہیں اسوقت نہیں مل رہی۔ آپس میں سیاسی اختلافات کی وجہ سے اب طلباء اور دوسرے شہری جو اس جنگ کو جاری رکھنا چاہتے تھے محسوس کرتے ہیں کہ یہ بات زیادہ دیر تک نہ چل سکے گی۔ اسوقت تقریباً ایک ہزار طالب علم جو اپنے شہروں سے بھاگے ہوئے ہیں اور اس جنگ میں ملوث ہیں تھائی کے شہروں میں چھپے ہوئے ہیں۔ بہت سے (MAESOT) مائی سوٹ اور بنکاک میں ہیں اور انہیں اس بات کا بھی خطرہ ہے کہ انہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ تھائی کی حکومت نے ان لوگوں کو نوٹس دیا ہے کہ وہ ایک خاص مقررہ میعاد کے اندر اندر ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں ورنہ انہیں زبردستی ملک بدر کر دیا جائے گا۔ ان میں سے ایک سو کے قریب جو بیمار تھے اور مایوسی کی انتہا کو پہنچ چکے تھے برما واپس آکر حکومت کے سامنے پیش ہو گئے۔ شہروں سے جو امداد انہیں اب تک مل سکی ہے وہ یہ ہے کہ ایک میڈیکل کے سابق طالب علم جن کا نام KOAUNG THU MYENA ہے اور جن کی عمر ۲۴ سال ہے وہ ان طلباء کو ٹیکہ لگانے کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ انکی ڈسپنسری گھاس پھوس کے ایک چھوٹے سے جھونپڑے میں واقع ہے اور جو لوگ ان کے پاس وہاں علاج کے لئے آتے ہیں دو دو، تین تین ایک مچھر دانی میں سوتے ہیں۔ انجکشن کونین اور ٹیٹرا سائکلین کے دیئے جاتے ہیں اور یہ بھی ایک فرنچ ایجنسی (DOCTORS WITHOUT BORDERS) یعنی "سرحدوں کے بغیر ڈاکٹر" ایسے ڈاکٹر جو کسی سرحد کی پرواہ کئے بغیر سب لوگوں کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے تحفے کے طور پر دیئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بعض طلباء کو چودہ چودہ پندرہ پندرہ دفعہ ملیریا کا حملہ ہو چکا ہے۔ بلکہ یہ ڈاکٹر جو ٹیکہ لگانے کا کام کرتے ہیں۔ ان پر بھی ملیریا کا حملہ ہو چکا ہے۔ گزشتہ اکتوبر میں اس کیمپ میں ۲۰۰۰ طالب علم تھے۔ لیکن اب صرف ۱۶۰ رہ گئے ہیں۔ یہ کہانی یا واقعات ویسے ہی ہیں جیسے کہ کسی جگہ پر بھی طلباء اور حکومت کے آپس میں ہو سکتے ہیں۔ آخر طالب علم جو نہتے بھی ہوں اور ناتجربہ کار بھی وہ حکومت کے فوجیوں کا کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ادھر ادھر بھاگ کر شور مچا کر لوگوں کی توجہ کو مبذول تو کیا جا سکتا ہے لیکن حکومت کا مقابلہ کرنا بات ہی اور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس راز کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے واشگاف الفاظ میں دنیا کے سامنے پیش کیا کہ امن کی زندگی اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ انسان نہتا ہو کر ایسی صورت میں لڑائی شروع کر دے کہ اس کی جان کے بچنے کا کوئی امکان ہی نہ ہو صرف مذہب میں ہی نہیں سیاست میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بات کی سمجھ عطا کرے۔ حالات اور واقعات کو صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق دے اور ہر موقع کے مطابق صحیح اقدام کرنے والے بنائے۔

بقیہ: ــ ڈیپریشن

اس ترقی یافتہ دور میں جہاں نفسا نفسی کا عالم ہے اس بیماری سے بچنے کے لئے بہترین نسخہ عطا کیا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی اطمینانِ قلب عطا کرتا ہے۔ نیز قناعت وہ زینہ ہے جو انسان کو خوشحالی سے ہمکنار کرتا ہے۔

جہاں تک ڈیپریشن کے علاج کا تعلق ہے۔ تو اس کے لئے مؤثر دوائیں موجود ہیں۔ جن کے باقاعدہ استعمال سے مریض چند ماہ میں صحت یاب ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات مرض کی نوعیت اتنی شدید ہوتی ہے۔ اور مذکورہ دوائیں بے اثر ثابت ہوتی ہیں۔ اس وقت مریض کا علاج بجلی کے جھٹکے جسے ELECTRO CON VULSIVE THERAPY کہتے ہیں سے کیا جاتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر مبین الحق
فضل عمر ہسپتال ۔ ربوہ

ڈیپریشن DEPRESSION یا افسردگی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر دنیا میں بھیجا اور اس کی تخلیق کی غرض کو قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا کہ ہم نے انسانوں کو اور جنوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔

دوسری طرف خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا، اور زندگی گذارنے کے لئے ان میں ان کی دلچسپی رکھ دی۔ ان نعماء میں عدم دلچسپی کو طب کی اصطلاح میں ڈیپریشن یا افسردگی کہا جاتا ہے۔

آجکل کے سائنسی دَور میں جہاں سائنس نے انسان کو انواع و اقسام کی آسائشیں مہیا کی ہیں، وہاں انسان کو پریشانیوں میں بھی مبتلا کر دیا ہے۔ چونکہ ان آسائشوں کا حصول ہر انسان کے بس کی بات نہیں، اور اگر کوئی شخص ان کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے اور اس میں ناکام ہو جاتا ہے، تو یہ بات بھی ڈیپریشن کا باعث بن سکتی ہے۔

مثلاً اگر کسی شخص کے پاس موٹر سائیکل ہے اور اس کے دوست کے پاس کار ہے، تو اس کی کوشش ہوگی کہ وہ بھی کسی طرح جائز یا ناجائز طریق پر کار حاصل کرے۔ چنانچہ جب یہ بات اس کی پہنچ سے باہر ہو جاتی ہے تو وہ شخص ڈیپریشن کا شکار ہو جاتا ہے۔ سائنسی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ انسان کے دماغ میں DOPAMINE نامی ہارمون کی کسی بھی وجہ سے کمی ڈیپریشن کو جنم دیتی ہے۔

ڈیپریشن کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں،
۱۔ RE-ACTIVE DEPRESSION ردِ عملی ڈیپریشن
(۲) ENDOGENOUS اندرونی ڈیپریشن ۔ رد عملی ڈیپریشن سے مراد وہ ڈیپریشن ہوتا ہے۔ جو کسی واقعہ کے ردِ عمل کی وجہ سے ظہور پذیر ہو۔

مثلاً اگر کسی شخص کا کوئی قریبی عزیز وفات پا جائے یا اس کا مالی نقصان ہو جائے یا کوئی صدمہ یا غم کی خبر اس تک پہنچے تو ۔ ردِ عمل کے طور پر وہ شخص افسردہ ہو جاتا ہے۔ RE-ACTIVE DEPRESSION اور ردِ عملی ڈیپریشن کا شکار ہو جاتا ہے۔

ENDOGENOUS یا اندرونی ڈیپریشن سے مراد وہ ڈیپریشن ہے جو انسانی دماغ کی تبدیلی کی وجہ سے ظہور پذیر ہو۔ یہ قسم عموماً عمر رسیدہ افراد کو متاثر کرتی ہے۔

ڈیپریشن جس کو عام طور پر معمولی بیماری سمجھا جاتا ہے خطرہ کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

افسردہ شخص میں مندرجہ ذیل علامات پائی جاتی ہیں جو تشخیص میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

شروع شروع میں انسان افسردہ رہنے لگتا ہے۔ کھانے پینے، کھیل کود، کام کاج اور اپنے ارد گرد کے ماحول میں دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ بھوک ختم ہو جاتی ہے۔ اور نیند نہ آنے کی وجہ سے بے خوابی اور بے چینی کا شکار ہو جاتا ہے۔ جسم ہر وقت تھکاوٹ محسوس کرتا ہے، سر اور جسم میں درد ہوتا رہتا ہے۔ وزن میں کمی آجاتی ہے قبض اور بدہضمی کی شکایت عام ہوتی ہے۔ غصہ اور چڑچڑا پن آجاتا ہے۔ فیصلہ کرنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے۔

اگر اس مرض کا علاج ابتداء میں شروع نہ کیا جائے تو انسان زندگی سے بیزار ہو کر خود کشی کی کوشش کرتا ہے۔ اور اکثر کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔

ڈیپریشن کا علاج آسان لیکن توجہ طلب ہوتا ہے۔ نیز مستقل مزاجی اس کے لئے شرطِ اوّل ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ آجکل کے مادی دَور میں بے اطمینانی، نیز قناعت کا فقدان اس بیماری کا باعث ہے۔ مقولہ ہے کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے۔

چنانچہ قرآن کریم نے انسان کو

باقی صفحہ ۵ پر

بقیہ: ـــ دورۂ جرمنی

قبل ازیں شائع کیا جا چکا ہے)

خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ جلسہ ہر لحاظ سے بے حد کامیاب رہا اور اس میں شامل ہونے والوں کی تعداد نو ہزار ۹۰۰۰ کے لگ بھگ رہی۔ جب کہ آٹھ سال سے کم عمر کے بچے اس گنتی میں شامل نہیں ہیں۔ اس جلسہ میں جرمنی کے علاوہ اٹھارہ ممالک کے ۱۳۱ احباب نے بھی شرکت فرمائی جن میں بلجیئم ڈنمارک۔ ہالینڈ۔ سوئٹزرلینڈ۔ سویڈن۔ ناروے۔ انگلستان۔ سپین۔ مراکش مصر۔ غانا۔ نائیجریا۔ پاکستان۔ دوبئی۔ ابوظہبی۔ سعودی عرب۔ متحدہ عرب امارات اور اردن شامل ہیں۔

اختتامی خطاب سے واپس تشریف لاتے ہی حضور ایدہ اللہ نے عرب دوستوں کے ایک وفد کو شرفِ ملاقات بخشا۔ مختلف عرب ممالک سے تعلق رکھنے والے ان دوستوں کی تعداد ۱۸ تھی۔ یہ ملاقات پون گھنٹہ تک جاری رہی۔ ان کے علاوہ حضور ایدہ اللہ نے ۱۶ فیملیز اور جلسہ میں شرکت کرنے والے ناروے کے وفد سے بھی ملاقات کی۔ تقریباً ۹ بجے حضورِ انور نے جماعت جرمنی کے عشائیہ میں شمولیت فرمائی۔ اس موقع پر جلسہ میں شرکت کرنے والے اکثر احباب جماعت بھی موجود تھے۔ مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھانے کے بعد حضور بیت النور واپس تشریف لائے۔

۱۵ مئی کو حضور ایدہ اللہ نے صبح ۹ بجے بیت النور فرنکفرٹ میں جرمن احمدی خواتین کے ساتھ ملاقات کی۔ اور ۱۱ بجکر ۲۵ منٹ تک اہم نصائح سے نوازا۔ حضور نے مختلف سوالوں کے جواب بھی مرحمت فرمائے۔ یہاں سے حضور انور سیدھے پاکستانی احمدی خواتین کے ساتھ ملاقات کے لئے مشن ہاؤس کے اندر واقع وسیع لان کی طرف تشریف لے گئے۔ ½-۱۲ بجے تک حضورِ انور نے ان کے ساتھ ملاقات فرمائی اور پھر دفتر میں تشریف لا کر چند فیملیز کو الگ ملاقات کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ ۱۲ بج کر ۵۰ منٹ پر اطفال و خدام اور انصار کے ساتھ بیت النور میں اجتماعی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ ملاقاتوں کا یہ سلسلہ دو بجے تک جاری رہا۔ ظہر و عصر کی نمازوں کے بعد مکرم شیخ عتیق الرحمان صاحب ابن مکرم شیخ رفیق الرحمان صاحب کا نکاح ہمراہ مکرمہ روبینہ بشیر صاحبہ بنت مکرم بشیر احمد صاحب کا اعلان ہوا جس میں حضور انور نے ازراہِ شفقت شمولیت فرمائی۔ نکاح کا اعلان مکرم مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب نے بیت النور میں کیا۔

جشن تشکر کے سلسلہ میں کھیلوں کے پروگرام میں شرکت۔

½ ۴ بجے حضور ایدہ اللہ GROSS-GERAU KREIS SPORT SHALL تشریف لے گئے حاضرین نے نعرے لگا کر حضور کا استقبال کیا۔ اس موقع پر حضور انور نے اطفال احمدیت اور جرمن بچوں کے مابین فٹ بال میچ نیز خدام الاحمدیہ اور جرمن نوجوانوں کے مابین باسکٹ بال کے میچ مشاہدہ فرمائے۔ ہر میچ سے قبل حضور انور نے گراؤنڈ میں تشریف لے جا کر کھلاڑیوں سے تعارف و مصافحہ فرمایا۔ اطفال کے فٹ بال میچ کے وقت سپورٹس سنٹر کے انچارج بھی حضور کے ہمراہ رہے اور میچ دیکھا۔ انہوں نے حضور انور کی خدمت میں سنٹر کی ایک شیلڈ پیش کی جبکہ حضور نے بھی صد سالہ جشن تشکر والی ایک خوبصورت شیلڈ انہیں پیش فرمائی۔ جرمن بچوں نے یہ میچ جیت لیا۔ باسکٹ بال کا میچ اس کے معاً بعد ۵ بج کر ۴۰ منٹ پر شروع ہوا۔ کھیل کا معیار بہت عمدہ اور بلند تھا۔ اس میچ کے وقفہ کے دوران مکرم عبدالسمیع صاحب عارف کے بچوں اور ان کے چار ساتھیوں نے جوڈو کراٹے کا ایک نہایت دلچسپ شو پیش کیا جس سے سبھی حاضرین بے حد محظوظ ہوئے۔ باسکٹ بال میچ، احمدیہ باسکٹ بال ٹیم نے ۲۷ کے مقابلہ میں ۶۷ پوائنٹ سے جیت لیا۔

تلاوت کے بعد تقسیم انعامات کی تقریب کا آغاز ہوا اور حضور انور نے ازراہ شفقت امتیاز حاصل کرنے والے خدام کے علاوہ اس موقع پر جرمن ریفریوں اور کھلاڑیوں کو بھی قرآن پاک کے جرمن ترجمہ کے علاوہ میڈل عطا کئے۔

اس روز شام کو حضور انور سردار ہمت سنگھ صاحب جو کہ حضور انور سے نہایت محبت و عقیدت کا تعلق رکھتے ہیں کے گھر تشریف لے گئے۔ جنہوں نے حضور انور کو کھانے کی دعوت دے رکھی تھی۔ چنانچہ شام پونے نو بجے حضور ایدہ اللہ و حضرت بیگم صاحبہ اور قافلہ کے افراد مکرم سردار صاحب کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں پر رات کا کھانا تناول فرمایا۔ رات ۳۰-۱۱ بجے حضور وہاں سے واپس بیت النور پہنچے اور نماز مغرب و عشاء پڑھائیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امۃ الباری ناصر

نتیجہ مختلف ہو سکتا تھا

ترئی یا کالی توری یا صرف توری کے نام سے جو سبزی ہمارے ملک میں عام پیدا ہوتی ہے اس کی بیل بہت جلدی پھیلتی ہے، تیزی سے پھیلنے پر محاورہ بھی رائج ہے کہ لڑکیاں تو ترئی کی بیل کی طرح بڑھتی ہیں۔ بڑی غریب نواز سبزی ہے۔ گھر کے آنگن میں لگا لیں تو دیواروں، درختوں، چھتوں پر چڑھ جاتی ہے، پیلے پیلے رنگ کے اَن گنت پھولوں سے لد جاتی ہے۔ پھر ترئیاں لگتی ہیں تو ایک گھر کی ضرورت سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں، اسلام آباد میں ہمارے سرونٹ کوارٹر کے صحن میں اُگی ہوئی بیل نے پر پُرزے پھیلائے تو عقبی دیوار سے متصل سرونٹ کوارٹر کی چھت پر بھی پھیل گئی۔ ایک دو دفعہ دونوں طرف کے مکینوں کا معمولی سا جھگڑا ہوا۔ لال خان کی بیوی نے کہنا شروع کیا کہ پڑوسی رات کو ترئیاں توڑ لیتے ہیں، پڑوس میں بہت سے شریر بچے اور ان کی بیحد لڑاکا ماں اس الزام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے، لال خان کی بیوی لال بھبھوکا ہو کر آنکھیں گھما گھما کر لال خان کو شکایت کرتی۔ آج پھر وہ دیوار کود کر ہماری طرف سے بھی سبزی توڑ کر لے گئے ہیں۔ لال خان اسے چپ کرا دیتا۔ "بھلی مانس تمہاری ضرورت سے زیادہ ہے کیا کرو گی اتنی سبزی کا"۔ مگر معلوم ہوتا ہے مسئلہ سبزی کا نہیں اَنا کا ہو گیا تھا۔ اس نے طعنہ دے مارا۔

"تم کیسے مَرد ہو سبزی کی حفاظت نہیں کر سکتے"

طویل تلخ کلامی کے بعد لال خان نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا کہ اچھا اب تمہیں شک پڑے کہ وہ سبزی توڑ رہے ہیں تو مجھے بتانا۔

زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ لال خان کے سَر پہ پٹی بندھی نظر آئی میرے استفسار پر علم ہوا کہ پڑوسی بچے کو دھکا دے کر لال خان نے پھینکا تو اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس کی ماں نے پتھر دے مارا تو لال خان کا سَر پھٹ گیا، ترئیاں لگی لگی پھول پھول کر کپا ہو گئیں۔ پک پک کر ناکارہ ہو گئیں۔ دونوں طرف سے کسی کو ہوش ہی نہ رہا سبزی کا۔ مَیں سوچتی رہی اگر مَرد کو مسلسل اکسایا نہ جاتا تو نتیجہ مختلف ہو سکتا تھا۔

بوہری بازار کی تنگ اور پُر ہجوم گلیوں سے خریداری کرنا اور راستہ بنا کر گذرنا خاصا محنت طلب کام ہے۔ ایسے میں کئی دفعہ ایسا ہو جاتا ہے کہ اتفاقاً یا شرارتاً کسی کا ہاتھ کندھا یا شاپنگ بیگ چھوتا ہوا نکل جائے۔ اس دن بھی یہی ہوا ہوگا جب ایک نو بیاہتا نو واردِ کراچی خاتون نے بڑے لاڈ سے اپنے شوہر سے کہدیا ہوگا۔ اس شخص نے مجھے چھیڑا ہے۔ جوانی اور نئی شادی کے جوش میں کچھ اپنی بیگم پر رعب جمانے کے لئے غیرت کے مارے شوہر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جس شخص کی طرف اس کی بیگم نے اشارہ کیا تھا اسے تابڑ توڑ مارنا شروع کر دیا۔ سیکنڈز میں لوگوں نے گھیرا سا بنا لیا۔ اِدھر اُدھر آنے جانے والے کھڑے ہونے شروع ہوئے تو پوری گلی جام ہو گئی۔ کچھ اُس کی طرف سے بول رہے ہیں کچھ اس کی طرف سے۔ قیامت کا شور اور بے حد خوفناک سماں بندھ گیا۔ اس خاتون کا بُرا حشر ہو رہا تھا۔ اس کا شوہر اس کے سامنے پٹ رہا تھا۔ کیونکہ اس شخص نے قسمیں کھائیں کہ مَیں نے ہرگز نہیں چھیڑا تھا اور الزام لگا دیا کہ یہ خود خراب آدمی ہے۔ نہ جانے اس کے ساتھ کون ہے، بھانت بھانت کی بولی اور مزید ہنگامے کے خوف سے لرزتے ہوئے کسی نہ کسی طرح راستہ بنایا۔ ابھی وہاں معلوم نہیں کیا کیا ہوا ہوگا۔ جب ذرا سانس معمول پر آنے لگی تو مَیں نے سوچا اگر تحمل سے کام لیا ہوتا تو نتیجہ مختلف بھی ہو سکتا تھا۔

سراج اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا ہے۔ بیٹیاں تین ہیں مگر ان کے گھر کا ماحول دیکھیں تو لگتا ہے بس سراج ہی کی حکمرانی ہے۔ سراج کی ماں نے پورا شہر کھنگال کر چندے آفتاب چندے ماہتاب بہو تلاش کر لی۔ سراج پہلے بہنوں کی شادی کرنا چاہتا تھا مگر ماں کے لاڈ انوکھے تھے۔ سراج مان گیا۔ سراج کو تو یوں بھی ماننا پڑا کہ ماں بہنوں نے اس کے حُسن کے قصے سُنا سُنا کر سراج کو بے بس کر دیا تھا۔ حُور پری آگئی تو ظاہر ہے نئی دلہن کے چاؤ تو ہوتے ہیں۔ کچھ ہی دن بعد سراج کی ماں کو بیٹے سے شکوہ پیدا ہونے لگا کہ بیوی کی طرف کا ہو گیا ہے۔ سراج کام سے گھر پر آتا تو پہلے ماں بیٹھ کر لاڈ دلار کرتی اور بہو کی جتنی ممکن ہو سکتی تھی برائیاں کرتی پھر بہنیں اٹھتے بیٹھتے بھابی کے کیڑے گِنانے لگتیں۔ پھر سراج کمرے میں جاتا تو بہو ساس نندوں کے شکوے لے کر بیٹھ جاتی۔ سراج گھن چکر بن گیا۔ کبھی اس کو سمجھا رہا ہے تو کبھی ماں کو کبھی بہنوں کی غلط فہمیاں دور کر رہا ہے، حُور پری کا اصرار بڑھا کہ الگ ہو جاؤ۔ ماں کا خیال تھا کہ اگر سراج کسی دن نظر نہ آیا تو وہ دن اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا، ہر روز کی دانتا کِل کِل سے گھبرا کر سراج نے سعودیہ کی فلائیٹ لی اور گھر میں کسی کو نہیں بتایا۔ سب اپنی اپنی جگہ پچھتا رہے ہیں، گھر میں لڑائی جھگڑے سے جو رونق سی لگی رہتی تھی وہ بھی رخصت ہوئی۔ اب بھائیں بھائیں کرتا گھر اداس ماں، بہنیں اور تمام تر حُسن کے ساتھ حُور پری سوچ رہے ہیں اگر کچھ برداشت سے کام لیا ہوتا تو نتیجہ مختلف بھی ہو سکتا تھا۔

مندرجہ بالا قسم کے واقعات اکثر و بیشتر زندگی کی ہما ہمی میں دائیں بائیں نظر آجاتے ہیں مگر بعد میں سوچنے اور پچھتانے والے ایک سبق بھی دیتے ہیں، ہر معاملہ میں جلد بازی ناعاقبت اندیشی بلا صبر و تحمل فیصلہ کر لینا بسا اوقات پریشانیوں کو دعوت دیتا ہے۔ ہمارے فوری ردِّ عمل اور سوچ بچار کے بعد کئے ہوئے فیصلوں میں دور اندیشی ہو تو مسائل اور مصائب کم کئے جا سکتے ہیں، ٹھنڈے دل و دماغ سے عواقب اور نتائج پر نظر ڈالی جائے تو نتیجہ مختلف بھی ہو سکتا ہے۔

اطلاعات و اعلانات

اعلان گمشدگی

بروز عید بیت الاقصیٰ میں ایک بٹوا جس میں رقم اور شناختی کارڈ ایک فرم کے اور ڈاک خانہ کا کارڈ بنام منیر احمد موجود تھے، گم ہو گیا ہے۔

اگر کسی صاحب کو ملے تو مکان نمبر ۵۱/۱ دار الرحمت وسطی میں پہنچا دیں۔

نذیر احمد
۵۱/۱۷ دار الرحمت وسطی، ربوہ

بقیہ: اشک ندامت

کو دیکھنے گئی۔ بچہ واقعی بہت تکلیف میں تھا۔ مجھے دیکھ کر بچے کی والدہ نے بھی کچھ خجالت محسوس کی ہوگی۔ لیکن جتنی شرمندگی۔ جتنا دکھ جتنا ملال مجھے ہوا۔ کہ میں نے کیوں چند منٹ کی دیر کی؟ وہ میں جانتی ہوں۔ میرا خدا جانتا ہے یا میرے وہ اشک ندامت گواہ ہیں جو میں نے صفحہ قرطاس پر سجا کر آپ کو پیش کر دیئے ہیں۔ آئندہ کے لیئے میری زندگی کے اچھے اصولوں میں اضافہ ہو گیا کہ کبھی ایسا نہیں کرنا۔ اشک ندامت آنکھوں سے نکل کر کان میں جو بات کہہ گیا وہ انمول ہے۔ اس نے دل میں جگہ پالی ہے۔ خدا مجھے اپنے عہد پر استقامت بخشے۔ اور دیکھئے آپ بھی محتاط رہیئے گا۔ اس دُرِ نایاب کو حاصل کرنا۔ سنبھالنا اور پھر کسی کو دکھانا بہت ہی مشکل۔ بہت ہی مشکل امر ہے۔

سانحہ ارتحال

محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سیٹھی احسان الحق صاحب چیئرمین ڈرگ اینڈ کمرشل کورٹ پنجاب سرحد۔ لاہور مورخہ ۸۹/۷/۸ کو ۵۵ سال کی عمر میں سروسز ہسپتال لاہور میں وفات پا گئیں۔

آپ پِتّہ کے کینسر کی وجہ سے لمبا عرصہ بیمار رہیں۔ نہایت صبر و سکون کے ساتھ بیماری کا لمبا عرصہ گزارا۔ لجنہ اماء اللہ حلقہ ٹمپل روڈ لاہور کی صدر تھیں۔ جماعتی کاموں میں ذوق شوق سے حصہ لیتیں۔ بیحد مہمان نواز مخلص اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے پیچھے ۳ لڑکے اور ۲ لڑکیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

موصوفہ کی وفات مکرم سیٹھی صاحب اور ان کے بچوں کے لئے بے حد صدمہ کا موجب ہے۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہر آن انکا حافظ و ناصر ہو۔

چوہدری اقبال احمد دار الرحمت وسطی ربوہ

اعلیٰ اور معیاری صابن
پری سوپ
تیار کردہ
کریم سوپ فیکٹری ستیانہ روڈ فیصل آباد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجاہدین دفتر اوّل کے ورثاء توجہ فرمائیں

ہمارے محبوب امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں حسب ذیل مجاہدین کے کھاتہ جات بحال کروانے کیلئے انکے ورثاء جلد از جلد توجہ فرمائیں
(قسط ۴)

نمبر کھاتہ	نام مجاہد	نام جماعت ۱۹۵۳ء
۷۷۲	مکرم ڈاکٹر محمد نسیم صاحب بارایٹ لاء	کراچی مارٹن روڈ
۷۷۴	مکرم شیخ محمد علی صاحب تاجر لکھنوی	" " "
۷۷۷	مکرم بابو عبدالحکیم خان صاحب ویلفیئر آفیسر	" " "
۷۸۱	محترمہ امۃ الرحمٰن عزیز صاحبہ و بچگان	" " "
۷۸۲	مکرم ماسٹر عبدالرشید صاحب جہانگیر روڈ	" " "
۷۸۵	مکرم ڈاکٹر محمد اشفاق صاحب پنشنر وٹرنری سرجن	" " "
۷۹۰	مکرم سید ظفر احمد صاحب جیل روڈ	" " "
۷۹۱	محترمہ ریحانہ صاحبہ بنت ظریف صاحب	" " "
۷۹۶	مکرم چوہدری عزیز اللہ صاحب	" " "
۷۹۷	محترمہ ڈاکٹر امۃ الحئی صاحبہ	" " "
۸۰۱	مکرم مرزا محمد اکرم صاحب لاہوری	" " "
۸۰۲	مکرم ملک صفدر علی صاحب احمد آبادی	" " "
۸۰۸	مکرم سید منظور علی صاحب کلفٹن روڈ	" " "
۸۰۹	مکرم ولائت شاہ صاحب پنشنر قادیانی	" " "
۸۲۰	محترمہ ڈاکٹر محمودہ اختر صاحبہ	کراچی صدر
۸۲۲	مکرم ڈاکٹر میاں عبدالحمید صاحب ڈویژنل ایم۔او	"
۸۲۶	مکرم شیر احمد خان صاحب سابق ایجوٹنٹ	"
۸۳۸	مکرم چوہدری محمد نواز صاحب	لارنس روڈ
۸۴۰	مکرم سیٹھ اسماعیل آدم صاحب (آف بمبئی)	" "

(وکیل المال اول تحریک جدید)

خصوصی انعامی مقابلہ

ایک مقالہ بعنوان "مدعیان مہدویت اور ان کا انجام"، احباب جماعت اور دیگر احباب کے ازدیادِ علم کیلئے لکھوایا جانا مقصود ہے۔

اس مقالہ میں مختلف ادوار اور ممالک کے جملہ "مدعیانِ مہدویت" کے دعاوی کی تفصیل مثلاً

ا۔ اگر جماعت کا قیام عمل میں آیا ہو۔
ب۔ کارہائے نمایاں (اگر کوئی ہوں)
ج۔ ان کا اپنا انجام
د۔ جماعت کا انجام
س۔ موجودہ صورتِ حال۔ کوئی نام لیوا باقی ہے؟
ص۔ تحریک نے کیا کھویا کیا پایا؟

ظاہر ہے یہ مقالہ علمی اور تاریخی تحقیق کا حامل ہوگا۔ اس لئے حوالہ جات اور ببلیوگرافی کی تفاصیل سے مزین ہونا چاہیئے۔ تاکہ علمی و ادبی اور مذہبی حلقوں میں اسے مستند دستاویز کے طور پر پیش کیا جاسکے۔

مقالہ لکھنے والوں سے استدعا ہے کہ مقالہ کی تیاری کے سلسلہ میں "فضلِ عمر فاؤنڈیشن" سے فوری طور پر رابطہ قائم کریں۔

ہر طرح کی سہولت اور معاونت مہیا کی جائے گی۔ (اگر اللہ نے چاہا) انعام کی رقم مبلغ -/۲۵۰۰ مقرر ہے۔ مگر مقالہ کے اعلیٰ معیار ہونے پر اس میں اضافہ کی جاسکتی ہے۔

سیکرٹری
فضلِ عمر فاؤنڈیشن۔ ربوہ

کامل ایمان اُن کا ہے۔ جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

خبریں

روس کی ایک اور ایٹمی آبدوز حادثے کا شکار ہوگئی۔ ناروے کے ساحل سے ستر میل دور موجود اس آبدوز سے دھواں اٹھتا ہوا دیکھا گیا جو ناروے کی انٹیلی جنس کے مطابق حادثہ تھا جبکہ روس نے کہا ہے کہ یہ جنگی مشق کا حصہ تھا۔ ناروے کی حکومت نے روسی سفیر کو طلب کرکے احتجاج کیا اور کہا کہ ناروے کی حکومت اس سے ناخوش ہے۔

★۔ وزیراعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ میری حکومت بہت مضبوط ہے۔ سندھ کی صورتحال خوفناک نہیں بلکہ تشویشناک ہے۔ گذشتہ ۱۲ سال میں پہلی دفعہ سندھ سے فوج ہٹائی گئی ہے۔ مارشل لا کے دور میں لوگ ڈاکوؤں کو تاوان دیکر رہائی پاتے تھے جبکہ پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت نے نہ صرف لوگوں کو رہا کرایا ہے بلکہ ان کی رقمیں بھی واپس کرائی ہیں۔

دوسری طرف پنجاب کے وزیراعلیٰ جناب نواز شریف نے کہا ہے کہ پیپلز پارٹی مستعفی ہوکر بہتر لوگوں کے لئے جگہ خالی کردے کیونکہ دہشت گردی دن بدن بڑھ رہی ہے اور پیپلز پارٹی اپنی کمزوری کی وجہ سے اس پر قابو پانے میں ناکام رہی ہے۔

★۔ صوبہ سرحد اپوزیشن کے ۲۵ ارکان ارباب جہانگیر کی زیر قیادت ایک ہی طیارے میں لاہور پہنچے جہاں چوہدری شجاعت حسین کی رہائش گاہ پر انہیں ٹھہرا دیا گیا۔ بعد میں وزیراعلیٰ نواز شریف کی زیر صدارت ایک اجلاس ہوا جس میں صوبہ سرحد کی اور ملکی سیاسی صورتِ حال پر تفصیلی غور کیا گیا۔ اجلاس کا بنیادی مقصد موجودہ سرحد حکومت کو اکثریت کے ذریعے تبدیل کرنا ہے۔

★۔ بالائی علاقوں میں بارشوں کی وجہ سے دریائے چناب میں درمیانے درجے کا سیلاب آگیا ہے اور پانی جھنگ کی حدود میں داخل ہوگیا ہے۔ اور آس پاس کے دیہات میں پھیلنا شروع ہوگیا ہے۔ انتظامیہ کے مطابق انہوں نے سیلاب سے نمٹنے کیلئے تمام ابتدائی انتظامات مکمل کرلئے گئے ہیں۔

★۔ بھارت کے وزیر خارجہ نرسیما راؤ نے گزشتہ روز یہاں صدر غلام اسحٰق خان سے ملاقات کی۔ انہوں نے پاک بھارت تعلقات میں حالیہ تبدیلیوں کا جائزہ لیا اور مشترکہ وزارتی کمیشن کے اجلاس میں ہونے والی پیش رفت پر اطمینان کا اظہار کیا۔

★۔ امریکی سفیر مسٹر رابرٹ اوکلے نے کہا ہے کہ پاکستان کو چاہیئے کہ وہ بھارت کے ساتھ سخت مؤقف اختیار کرے کیونکہ بھارت پاکستان کو اس کے سخت مؤقف کی بناء پر زیادہ مراعات دینے پر مجبور ہوگا کیونکہ دقت پاکستان کا ساتھ دے رہا ہے۔ امریکہ اسوقت پاکستان کی بھرپور امداد کر رہا ہے جبکہ روس بھارت کی نسبتاً کم مدد کر رہا ہے۔

★۔ وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے عالم چنا کی شادی پر ایئر کنڈیشنڈ کار تحفہ میں دی ہے۔ ان کی کار حال ہی میں ایک حادثے میں تباہ ہوگئی تھی جس میں عالم چنا کو بھی چوٹیں آئی تھیں۔

سرزمین قادیان کا اوّلین
مشہور دواخانہ
۱۹۱۱ء سے مصروفِ خدمت
گوجرانوالہ، ربوہ، قلعہ کالر، ملتان، کراچی

مٹی چھوڑ کورس
قیمت فی کورس -/۱۵ لٹریچر -/۳ کے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر منگوائیں۔
کیورٹو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ ربوہ
فون: سیلز، کلینک، رہائش ڈاکٹرز
۷۷۱، ۶۰۶، ۶۰۷